عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

صفر المظفر ۱۴۲۹ھ/فروری ۲۰۰۸ء

RegNo.P476

جلد:ششم

شمارہ: 6

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل:<<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

نماز (پانچویں قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں؛

اعلم ان الصلوۃ اعظم العبادات شأنا و اوضحھا برھانا و اشھر ھا فی الناس و انفعنا فی النفس.

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ نماز تمام عبادتوں سے بڑھ کر عظیم الشان، ثبوت کے لحاظ سے سب سے زیادہ یقینی اور سب سے زیادہ مشہور رکن ہے۔ اور نفسِ انسانی کی اصلاح میں سب عبادتوں سے زیادہ نافع اور موثر ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں؛

اقول الصلوۃ من اعظم شعائر الاسلام و علامته التی اذا فقدت ینبغی ان یحکم بفقدہٖ بقوۃ الملابسته بینھا و بینه.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ نماز اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے۔ اور اسلام کی ان علامات میں سے ہے جس کے جاتے رہنے کے سبب اگر اسلام کے فقدان کا حکم کر دیا جائے تو بجا ہوگا کہ اسلام میں اور نماز میں بڑا گہرا اور قوی تعلق ہے۔

ومن لم یکن له حظ منھا فانه لم یبوء من الاسلام ال بما لا یعبأ به.

ترجمہ: اور جس کو نماز سے کچھ حصہ نہ ملا تو اسلام سے سوا اس چیز کے جس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ وہ کچھ حاصل نہ کر سکا۔ (یعنی اسے اسلام کا فائدہ نہ ہوا)۔

نماز کے یہی کمالات ہیں جن کی وجہ سے شیخ احمد سرہندیؒ نے فرمایا ہے ''اگر نماز کو کامل طور پر ادا کر لیا، تو گویا اسلام کی اصل عظیم حاصل ہوگئی اور خلاصی کے واسطے حبل متین ہاتھ آ گئی۔

۱۔ امام ربّانی مجدد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں نماز کے بارے میں کئی مقامات پر قابلِ دید گفتگو فرمائی ہے۔ مکتوب دوصد شست و یکم (۲۶۱) میں تحریر فرماتے ہیں: (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ سے آگے)   ''جان لیں کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سب نماز دوسرا رکن ہے۔نماز تمام عبادات کی جامع ہے۔اور ایسا جزو ہے جو جامعیت کی وجہ سے کل کے حکم میں ہے اور (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) تمام مقربہٗ اعمال سے اونچی ہوگئی ہے۔اور وہ دولتِ رویت جو سرور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات بہشت میں میسر آئی تھی۔اس دنیا میں اتر آنے کے بعد یہاں کے مناسب آپ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی۔اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصلوة معراج المومنین ۔

ترجمہ: نماز ایمان والوں کی معراج ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اقرب مایکون العبد من الربّ فی الصلوة.**

ترجمہ: سب سے اعلیٰ قرب جو بندے کو ربّ سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابعداروں کو اس جہاں میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے۔اگرچہ رویت میسر نہیں کیونکہ یہ جہاں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔اگر نماز کا حکم نہ ہوتا تو چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا،اور طالب کی مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا،نماز ہی غمزدوں کی غمگسار ہے اور نماز ہی (حب الٰہی کے) سامانِ راحت ہے۔''**ارحنی یا بلال**'' اسی حقیقت و (ماجرا) کی خبر و رمز اور قرۃ عینی فی الصلوۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) اسی مدعاء کی طرف اشارہ ہے۔وہ تمام اذواق و مواجید اور علوم و معارف اور احوال و مقامات وانوار و الوان،تلونیات و تمکینات،تجلیات متکیفہ و غیر متکیفہ اور ظہورات متلونہ و غیر متلونہ اور اس قبیل کی ہر چیز جو نماز سے باہر ملے اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے سبب ظاہر ہوان کا منشاء ظلال و امثال بلکہ وہم و خیال ہے۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے۔نماز ادا کرنے کے وقت گویا وہ عالمِ دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالمِ آخرت میں داخل ہوجاتا ہے۔

اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے حصہ پالیتا ہے اور اصل سے ظلیت کے شائبہ کے بغیر بہرہ مند ہوجاتا ہے کیونکہ عالمِ دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے اور معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ

آخرت سے مخصوص ہے۔پس (اس طرح عالمِ دنیوی سے نکل کر عالمِ آخروی میں پہنچنے والے کے لیے) معراج سے چارہ نہیں ۔اور یہ (معراج) مومنوں کے لیے نماز ہے۔اور یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے سبب اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئی اور اس سعادت سے بہرہ مند ہوئی۔(جو پیغمبر علیہ السلام) شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رویت سے مشرف ہوئے۔اور یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر ﷺ کی تابعداری کے سبب اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئی اور اس سعادت سے بہرہ مند ہوئی۔(جو پیغمبر علیہ السلام) شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے تھے اور بہشت میں پہنچکر حق تعالیٰ کی رویت سے مشرف ہوئے۔ (مکتوباتِ امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم، مکتوب بنام میر نعمانؒ)

مکتوب بنام مخدوم زادہ شیخ محمد صادق میں تحریر فرماتے ہیں۔

جملہ فرائض اگر چہ سب ہی قربِ اصلی سے نوازتے ہیں لیکن ان میں سے افضل و اکمل نماز ہے۔نماز مومنین کی معراج ہے اور بندے کو زیادہ قرب اپنے پروردگار سے نماز میں ہوتا ہے۔آپ نے سنا ہوگا وہ وقتِ خاص جو حضور ﷺ کو حاصل تھا جسکی تعبیر ''میرے اللہ کے ساتھ ایک مخصوص وقت ہے'' سے کی ہے فقیر کے نزدیک نماز ہی میں ہے۔نماز ہی گناہوں کا کفارہ ہے اور نماز ہی بے حیائی کے کاموں اور گناہوں سے روکتی ہے۔نماز ہی ہے جس میں پیغمبر ﷺ اپنی راحت تلاش فرماتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''اے بلالؓ مجھے (نماز کا بندوبست کر کے) راحت پہنچاؤ'' اور نماز ہی دین کا ستون ہے اور نماز ہی کفر و اسلام کے درمیان فرق ہے۔

مکتوب بنام میاں تاج شیخ میں ارقام فرماتے ہیں:

وہ حالت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہوتی ہے ان تمام احوال سے جو نماز کے باہر میسر آئیں برتر ہے کیونکہ وہ حالت اگر چہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں دائرہ ظل سے باہر نہیں ہیں اور یہ حالت اصل سے حصہ رکھتی ہے۔پس جس قدر اصل اور ظل کے درمیان فرق ہے، اسی قدر ان حالات اور اس حالت کے درمیان فرق ہے۔

حضرت سیدی الامام نور اللہ مرقدہٗ حقیقت وعظمت کے رازداں اس کے رموز وحقائق ومعارف کے نکتہ رس آشنا اور جامع تھے۔ قربِ ربانی کے حصول اور تربیت سالک میں نماز کی اہمیت اور تاثیروتاثر ان سے پوشیدہ نہ تھا۔ حضرت والاؒ کا نماز کے ساتھ جو شغف واشتغال تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ نماز میں خضوع وخشوع انابت وتضرع کی جو کیفیت حضرتؒ پر طاری ہوتی تھی (دیکھنے والا بھی) اس کا اثر محسوس کرلیتا تھا۔ عبدیت وعبودیت کا ایک سراپا عجز مجسمہ اپنے معبود وخالق میں مشغول تمام دنیا سے غافل راز ونیاز میں مصروف دکھائی دیتے تھے۔ ظاہری ارکان اعتدال وتحسین کے ساتھ باطنی کیفیات کے اثرات کا العین مشاہدہ ہوتے تھے۔ **سیما ھم فی وجوھم من اثر السجود** حضرت والا اقدس سرہٗ کے کیف نماز اور ذوق سجود کا ہلکا سا اندازہ آپؒ کے بعض اشعار سے کیا جاسکتا ہے۔

سجدہ میں جہاں سر ہے گویا وہ تیرا در ہے ۔۔۔ کیا کیا نہ کہا تجھ سے پایا جو سراپا گوش

حاصل ہے تصور میں کیفیتِ معراج ۔۔۔ کیا کیا نہ مزہ پایا، پایا جو ہم آغوش

سجدے میں رکھ کر سر تیرے پائے خیال پر ۔۔۔ تعمیر اِک بہشتِ ارم کررہا ہوں میں

سر ہے زمین پر تو تصور ہے عرش پر ۔۔۔ تعمیر اور ایک حرم کررہا ہوں میں

حضرت والاؒ کے مستر شدِ خاص مولوی غلام محمد صاحب نے سچ لکھا ہے۔ ”حضرت والا سلوک نبوت کے راہی اور قرب فرائض سے ممتاز تھے۔ فرائض میں ام الفرائض یعنی نماز سے خاص شغف تھا۔ حضرت سیدی قدس سرہٗ کو اصل دولت معراج المؤمنین ہی کی رسوخ کی صورت میں حاصل میں تھی اور اسی میں وہ اپنے دیدہ ودل کی ٹھنڈک پاتے تھے۔“

حضرت قدس سرہٗ حقیقت نماز کے جس اعلیٰ مقام سے سرفراز تھے ہیچ میرز (بے حیثیت) اس کا کیا ادراک کرسکتا ہے۔ تاہم ان کی زندگی ”فی صلوٰۃ دائمونم“ کی تصویر تھی حضرت والاؒ کا شعر ہے۔

قربِ بے غیبت نمازِ عاشقاں ۔۔۔ فی صلوٰۃ دائمونم آرزوست

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی محبت والوں کی نماز بجائے دوری کے ہر وقت کا قرب ہے۔ ایسی دائمی نماز کی مجھے آرزو ہے۔

(جاری ہے)

سیرت طیبہ پر بیان (رمضان ۱۴۲۸ھ) (پہلا حصہ)

(ای ایم ای (E.M.E) کالج، راولپنڈی)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

خطبہٴ ماثورہ!

قَالَ اللّٰہُ تَعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَo (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر۔ (معارف القرآن)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعالیٰ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَلْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَo (الذّاریٰت: ۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو۔ (معارف القرآن)

یہ آیت میں نے پڑھی اِس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو صرف ایک مقصد کیلئے پیدا کیا ہے اور وہ مقصد عبادت ہے۔ عبادت دو قسم کی ہے ایک براہِ راست (Direct) عبادت اور ایک (Indirect) یعنی بالواسطہ عبادت۔ براہِ راست عبادت تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، تلاوت، ذکر، مراقبہ، اعتکاف، خدمتِ خلق اور دعا ہیں۔ یہ باتیں براہِ راست عبادت ہیں۔ جہاد ذرا وسیع معنیٰ میں ہے جہاد میں دین کے فروغ کی ساری کوششیں ہیں جس سے دین کا فروغ، دین کو ترقی ہو رہی ہو اُن سب کو جہاد کہتے ہیں۔ اُس کا ایک شعبہ قتال بھی ہے لڑنا یہ جہاد کا ایک شعبہ ہے یہ باتیں براہِ راست عبادت ہیں اور یہ عبادت کس نے کرنی ہے؟ یہ انسان نے کرنی ہے۔ انسان کو دو باتوں کی ضرورت ہے ایک اِس بات کی ضرورت ہے کہ اِس کی ذات باقی رہے جس کو کہتے ہیں بقائے ذاتی اور دوسری اِس کو اس بات کی ضرورت ہے کہ اِس کی نسل باقی رہے، بقائے نوعی، بقائے ذاتی کی اس کو ضرورت ہے بقائے نوعی کی اس کو ضرورت ہے۔ بقائے ذاتی کھانے پینے کے ساتھ لگی ہوئی ہے لہٰذا کھانے پینے کی جتنی کوششیں ہیں جتنے ذرائع معیشت ہیں یہ سارے کے سارے Indirect بالواسطہ عبادت میں آ گئے۔ یہ عبادت بالواسطہ ہیں کیونکہ اُس انسان کو زندہ رکھنے کیلئے جس نے عبادت کرنی ہے ضروری ہیں لہٰذا یہ بھی عبادت ہیں یہ بالواسطہ عبادت ہیں یہ اِن ڈائریکٹ عبادت ہیں اور بقائے نوعی کیسے ہوگی؟ بقائے نوعی انسان کی تب ہوگی جب اِس کے اندر بیاہ شادی کا سلسلہ چلے گا تا کہ اِس کی نسل بھی باقی رہے تو یہ بھی اِن ڈائریکٹ عبادت ہوگی۔ تو بقائے نوعی، بقائے ذاتی کے سارے اعمال جس

وقت کہ وجود میں آتے ہیں اُس سے پورا نظامِ زندگی وجود میں آجاتا ہے۔ کاروبار ہے، زراعت ہے، بازار ہے، کھیتی باڑی ہے، انسان اکٹھے رہ رہے ہیں اِن انسانوں کو حفاظت کی بھی ضرورت ہے اس کے لئے پولیس ہوگی، اِن انسانوں کے جھگڑے ہوں گے اِن کو عدالت کی بھی ضرورت ہے یہ انسان بیمار ہوں گے اِن کو علاج کی بھی ضرورت ہے۔ غرض یہ کہ زندگی کے سارے شعبے وجود میں آگئے اِن انسانوں کے دشمن ہوں گے اِن کو فوج کی بھی ضرورت ہے یہ ساری باتیں یہ اِن ڈائریکٹ عبادت ہوں گی اور گویا ڈائریکٹ عبادت اور اِن ڈائریکٹ عبادت کو ملا کر یہ بات سامنے آئی۔ **مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ** کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو سوائے اِس مقصد کے کسی اور مقصد کیلئے پیدا نہیں کیا کہ یہ عبادت کرے اب اِس مقصد کے بارے میں انسان کو رہنمائی کی ضرورت تھی اِس کی بقائے ذاتی، بقائے نوعی کیلئے بھی جو کہ بالواسطہ عبادت ہیں اور براہِ راست عبادت کیلئے بھی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اِس سلسلے میں دو نظام دیئے ہیں ایک نظام ہے معیشت کا، ایک نظام ہے ہدایت کا، معیشت کا نظام کیا ہے

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًاo اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًاo (مرسلٰت: ۲۶،۲۵)

ترجمہ: کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی زندوں کو اور مُردوں کو۔ (معارف القرآن)

اے انسانو! کیا میں نے زمین کو سب زندوں اور مُردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ یعنی زندہ اور مردہ انسانوں کی جتنی ضروریات ہیں اُن سب کے پورا کرنے کی استعداد اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کے اندر رکھ دی اور ایک بار پیدا کر کے قیامت تک کے سارے زندہ مردہ انسانوں کیلئے کافی کر دیا کہ زمین انسان کی ساری ضروریات کو پورا کرے گی۔ اِس کی کوئی ضرورت چاند کے ساتھ متعلق نہیں ہے مریخ کے ساتھ متعلق نہیں ہے لٰہذا جتنی کوششیں چاند اور مریخ پر پہنچنے کی ہوئیں اُن کے نتیجے میں انسان کو اپنے مقصد کی کوئی چیز وہاں سے نہیں ملی۔ اِس کی ساری ضروریات کو قرآن پاک بتا رہا ہے زمین نے پورا کرنا ہے خواہ وہ زندوں کی ضرورت ہے، خواہ وہ مردوں کی ضرورت ہے۔ یہ اللہ پاک نے نظامِ معیشت بنا کر انسان کو دے دیا اور انسان کے اندر ایک استعداد رکھ دی۔ وعلم ادم اسماء کلھا، انسان کو اللہ پاک نے ساری چیزوں کے نام سِکھائے، ہمارے شیخ ومربی جن سے ہم نے یہ علم سیکھا (حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانیؒ) وہ فرماتے تھے کہ یہ صرف چیزوں کے نام نہیں تھے کہ یہ شہتوت ہے، یہ بکائن ہے، یہ شیشم ہے یہ فلاں یہ فلاں بلکہ انسان کے دماغ کے اندر اللہ نے

صلاحیت اور استعداد رکھ دی چیزوں پر غور فکر کر کے ، چیزوں کو استعمال کر کے ، جوڑ توڑ کر کے اپنی ساری ضروریات کو پورا کرنا کی۔ یہ وہ علم تھا جو انسان کو دے دیا جس کے نتیجے میں انسان اِن چیزوں سے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے فائدہ لیتا ہے۔ زمین کو صلاحیت دی ہے یہ اِس کیلئے قیامت تک کیلئے کافی ہے دوسری بات نظامِ ہدایت ہے کہ اگر اس کی رہنمائی نہ ہو تو یہ اپنے نفس کی خواہشات کے تحت چلے گا۔ دنیا کے وسائل کو سمیٹنے کیلئے ، ان کو جمع کرنے کیلئے اُن پر لڑے گا ، مرے گا ، فسادات کرے گا ، پریشانیاں پیدا کرے گا۔ اپنی زندگی کو بھی جہنم بنائے گا اور دوسروں کی زندگیوں کو بھی جہنم بنائے گا اس لئے اِس کیلئے اللہ نے نظامِ ہدایت چلایا اور نظامِ ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام جیسی معیاری شخصیات کو بھیجا۔ کوئی پیغمبر جب معاشرے میں اپنی نبوت کا دعویٰ کرتا تھا تو اُس کے پاس اِس بات کا ثبوت ہوتا تھا کہ وہ اُس علاقے کے سب سے بہترین اور معزز خاندان میں سے ہوتا تھا وہ صحت کے لحاظ سے اُس معاشرے میں سب سے صحت مند انسان ہوتا تھا۔ سب سے خوبصورت ترین انسان ہوتا تھا اور فہم و فراست اور I.Q کے لحاظ سے نمبر ایک شخصیت ہوتا تھا یعنی کسی معاشرے میں ، کسی پیغمبر نے جب نبوت کا دعویٰ کیا ہے کوئی آدمی یہ نہ کہہ سکا کہ یہ خاندانی شرافت کے لحاظ سے ، بدنی وجاہت کے لحاظ سے اور ذہنی استعداد کے لحاظ سے کمتر ہے یا ہم سے پیچھے ہے۔ ہم اس سے بڑھ کر ہیں کوئی نہ کہہ سکا صرف دو اعتراضات قرآن پاک میں آتے ہیں۔ ایک حضورؐ پر کیا ہے ، کفار نے ، کہا ہے یہ مال دار خاندان سے نہیں ہے۔ طائف کے یا مکہ کے کسی مالدار خاندان کا آدمی نبی ہوا ہوتا۔ دوسرا جس وقت طالوتؑ کو بادشاہ بنایا ہے اُوقت اعتراض کیا کہ یہ مالدار خاندان سے نہیں ہے تو اُس کا جواب اللہ نے دیا ہے کہ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ (البقرہ:۲۴۷)

ترجمہ: اور زیادہ فراخی دی اُس کو علم اور جسم میں۔ (معارف القرآن)

طالوت تمہارے درمیان وہ جسمانی اور علمی استعداد کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہے۔ اِس چیز کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے مال اِس کے تابع ہوتا ہے۔ تو انبیاء اُس معاشرے کے ہر لحاظ سے انتہائی کامل شخصیات ہوا کرتے تھے اور پھر انبیاء علیہم السلام اپنے ذاتی علم سے نہیں بلکہ اپنے وحی کے علم سے رہنمائی کرتے تھے۔ انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں سے پانچ اُولوالعزم پیغمبر ہیں ، تین سو تیرہ رسول ہیں اور باقی نبی ہیں۔ رسول اُس کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لے کر آتا ہے نبی اُس کو کہتے ہیں جو پہلے سے ہی چلی ہوئی شریعت کو لے کر چلتا ہے

۔موسیٰ علیہ السلام کی تورات پر ستر ہزار پیغمبر آئے ہیں جنہوں نے تورات کو بطورِ شریعت کے چلایا ہے۔تورات کافی عرصہ تک چلتی رہی۔۳۱۳ رسول ہیں جن میں سے پانچ اُولوالعزم پیغمبر (۱) حضور ﷺ (۲) ابراھیمؑ (۳) نوحؑ (۴) موسیٰؑ (۵) عیسیٰؑ ہیں اور باقی تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔معراج میں مسجدِ اقصیٰ میں سب انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا، آپؐ سے امامت کرواکر اِس بات کا اعلان کیا گیا کہ آپؐ سب انبیاءؑ کے امام ہیں اور وہ درجہ اول جو گروہ انبیاء میں اگر کسی کو ملنا تھا تو وہ حضور ﷺ کے حصہ میں آیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے بارے میں جونشاندہی سورہ فاتحہ میں کی ہے۔اُس میں بتایا ہے کہ انسان کو رہنمائی کیلئے جس چیز کی ضرورت ہے اُس کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔اھد نا الصراط المستقیم جو سورہ فاتحہ میں پڑھتے ہیں۔انسان کو رہنمائی کیلئے صراطِ مستقیم (صحیح راستے) کی ضرورت ہے صراطِ مستقیم کو پھر واضح (Define) کیا ہے قرآن نے کہ صراطِ مستقیم کیا ہے؟ صراطِ مستقیم کو قرآن نے دو رُخوں پر واضح کیا ہے ایک رجال اللہ، ایک کتاب اللہ۔رجال اللہ یعنی اللہ کے بندے۔جو صراطِ مستقیم ہے اس کیلئے معیاری شخصیات ہوں گی جن کو دیکھ کر یہ پتہ چلے گا کہ یہ صراطِ مستقیم والا آدمی ہے وہ رجال اللہ ہیں۔اللہ کے بندے وہ اہلِ علم ہیں، اولیاء اللہ ہیں، انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اور سب سے چوٹی پر حضورؐ ہیں تو پہلے رجال اللہ کا تعارف کرایا ہے۔اُس کی دوسری شق کتاب اللہ ہے **ذالک الکتاب لا ریب فیہ**۔گویا وہ علم جس کا ریکارڈ کتاب میں ہوگا اُس کی عملی تصویر اُن شخصیات میں ہوگی۔شخصیات کو پہلے ذکر کیا گیا کتاب کو بعد میں ذکر کیا گیا۔ **ھُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدیٰ وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ** (صف:۹)

ترجمہ: وہی جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دین دے کر کہ اس کو اوپر کرے سب دینوں پر۔
(معارف القرآن)

اللہ وہ ہے جس نے بھیجا رسول، رسول پہلے ہیں بالھدیٰ اُس کے بعد ہدایت ودین الحق اور اُس کے بعد کتاب ہے۔پیغمبر آتا ہے پھر محنت کرتا ہے اُس سے ہدایت وجود میں آتی ہے پھر کتاب کو سمجھنا وجود میں آتا ہے۔عملی شخصیت کو پہلے ذکر کیا گیا کیونکہ عملی شخصیت کے بغیر کوئی علم بھی فائدہ نہیں دیتا ہے۔آپ Theoratically بہت کچھ پڑھ لیں۔ایک بجلی کا کنکشن آپ کتاب میں پڑھ کر آتے ہیں اور آنے کے بعد جب سرکٹ کو وہاں پر مکمل (Complete) کرتے ہیں کرنٹ اُس میں پاس کرتے ہیں پاس نہیں ہوتی پھر اُٹھ کر دوڑ کر ٹیچر کو بلا کر لاتے ہیں۔تو وہ ہنستا ہنستا آتا ہے اُس کو پتہ ہوتا ہے کہ اِس نے کیا غلطی کی ہوئی ہے اُس کو پتہ ہے کہ اِس نے دس نٹ میں سے ایک کو لوز چھوڑا ہوا ہے لہٰذا وہ کرنٹ آگے جانے نہیں دیتا وہ سب کو آکر ہاتھ لگاتا ہے جو لوز اُس کو نظر آتا ہے اس کو ٹائٹ کرتا ہے پھر کہتا ہے چلو اب کرنٹ پاس! طالب علم پوچھتا ہے سر یہ کیا بات تھی تو پھر اُس کو

راز بتاتا ہے۔عملی شخصیت پہلے ہے کیونکہ وہ علم کی تشریح کر کے دے گی، وہ آپ کو بتائے گی اس کی پریکٹیکل اپلیکیشن (Practical Application) ہے کیا۔مجھے یاد ہے میں سرجری میں کام کررہا تھا اور میں پراسٹیٹ (Prostate) کا آپریشن سیکھنا چاہتا تھا میرا کنسلنٹ اس بارے میں ذرا کنجوس تھا۔خیر میں نے بڑے دن اُس کی خدمت کی، خوش کیا۔ایک دن میں نے کہا کہ سر یہ پراسٹیٹ کیسے نکالتے ہیں اُس نے کہا یہ تو کوئی بات بھی نہیں ہے مثانے کے پاس سخت ہڈی ہے اُس میں آدمی انگلی ڈال کر پراسٹیٹ گلینڈ پر زور ڈالتا ہے تو پھٹ جاتا ہے پھر انگلی کو گھماتا ہے جدا ہوجاتا ہے پھر نکال لیتے ہیں۔میں نے دل میں کہا یا اللہ! ایسے ہی تین مہینے آپ نے مجھے لٹکائے رکھا۔تو عملی شخصیت پہلے ہوتی ہے وہ آپ کو سکھاتی ہے اس پر آپ کو عجیب واقعہ سناتا ہوں، حضرت سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بحری جہاز کا سفر کررہا تھا کیپ ٹاؤن سے ہندوستان کی طرف اور مجھے پتہ چلا کہ اس جہاز میں رابندر ناتھ ٹیگور بھی سفر کررہا ہے۔رابندر ناتھ ٹیگور بنگلہ دیش کا ایک ہندو شاعر ہے جس کو اپنی بنگلہ زبان کی نظم ''گیتا جلی'' پر نوبل پرائز ملا ہوا ہے۔اب نوبل پرائز لینے والا شاعر اُس کی دانشوری کو آپ سوچیں کس درجے کی ہوگی۔سید سلیمان ندویؒ کا شوق تھا کہ اس سے ملنا چاہئے۔اُس سے جب ملے تو سوال کیا رابندر ناتھ ٹیگور سے کہ آپ نے ہندو مت کو Amendment کر کے اور تبدیلی کر کے سناتن دھرم کی جگہ برہمو سماج کی شکل میں پیش کیا تھا کیونکہ جب صنعتی انقلاب آگیا اور جدید سائنس وجود میں آگئی تو اُس وقت ہندوؤں کو خیال ہوا کہ ہمارا مذہب جس میں گائے کا پیشاب پینا اور گائے کے گوبر سے جگہ کو پاک کرنا اور عورت کا خاوند مرجائے اُس کو ستی کرانا یعنی جلانا آگ میں یہ تو عملی باتیں ہیں نہیں، تو اِس مذہب میں اگر Amendment نہ کی گئی تو جدید سائنسی دور کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔تو انہوں نے اُس میں Amendment کی اور Amendment کرنے کے بعد انہوں نے نیا مذہب بنایا برہمو سماج، تو سید صاحبؒ نے پوچھا رابندر ناتھ ٹیگور سے کہ تمہارا برہمو سماج تو بڑا عقلی اور منطقی (Logical) تھا۔عقل، سمجھ میں آنا والا تھا قابلِ قبول تھا، وہ چلا کیوں نہیں؟ تو رابندر ناتھ ٹیگور نے واقعی دانشورانہ جواب دیا اُس نے کہا کہ برہمو سماج مذہب کی کتاب تو تھی لیکن کتاب کے پیچھے کوئی عملی شخصیت نہیں تھی اور جس کتاب کے پیچھے عملی شخصیت نہ ہو وہ چالو نہیں ہوسکتی ہے اس لئے برہمو سماج چالو نہیں ہوسکا۔سید صاحب چونکہ سیرت النبیؐ کے حوالے سے بہت بڑی شخصیت ہیں۔'' سیرت النبیؐ '' اُن کی دنیائے اسلام میں بہت بلند پایہ کتاب ہے اور دوسری کتاب سیرت کے بارے میں ''خطباتِ مدراس'' ہے۔میں مشرق و مغرب میں پھرا ہوں دنیائے عرب کو میں نے دیکھا ہے خطباتِ مدراس کا جواب ساری دنیائے اسلام میں نہیں ہے۔تو انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ واقعی جو اسلام کا فروغ اور پھیلاؤ ہے اِس میں قرآن کی معجزانہ تاثیر اور حضورؐ کی شخصیت کی عملی تصویر کارفرما ہے۔　　　(باقی آئندہ)

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ (دوسری قسط)

(شبیر احمد کاکاخیل صاحب دامت برکاتہٗ)

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کاکاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اوران کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اوراپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وارشائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

ڈاکٹر فدا محمد]

درجہ زیر افق کی روشنی اور صبح صادق۔

سائنسدان اسی کو صبح (dawn) کہتے ہیں اس کا سائنسی نام Astronomical twilight ہے۔سینئر سائنٹفک آفیسر سپارکو اپنی چھٹی نمبر R-3(9)/73 مورخہ 21 ستمبر 1973 پروفیسر عبداللطیف صاحب کو لکھتے ہیں۔

At the begining of morning twilight (SDA. 18 degree) the entire horizon is illuminated with faint reddish light . It is distributed all along the horizon in a circular form of distribution rather than a conical or rectangualr form. Th light intensity increases without any apparent change in the form of distribution.

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''جب سورج افق سے 18 درجہ نیچے ہوتا ہے تو اس وقت سارا افق ہلکی سرخی

مائل روشنی کے ساتھ منور ہوجاتا ہے یہ سارے افق پر قوس کے شکل میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے نہ کہ مخروطی یا مستطیل روشنی کی طرح۔ اس میں روشنی کی مقدار وقت کے ساتھ بڑھ رہی ہوتی ہے لیکن اس کے قوس والی شکل میں فرق بظاہر نہیں ہوتا۔'' یعنی یہ روشنی مستطیر ہوتی ہے اور جیسا کہ حدیث شریف میں فجر مستطیر کو سحری کھانے مانع قرار دیا گیا ہے اس لئے جب پہلی دفعہ ایسی صورت پیدا ہو وہی لمحہ صبح صادق قرار پائے گا۔ جدید ماہرین فلکیات اس سے پہلے مستطیر روشنی کے قائل نہیں ہیں اور اس کو پہلا لمحہ مستطیر روشنی کا قرار دے دے رہے ہیں اس لئے یہی فجر مستطیر ہے اور یہی صبح صادق ہے۔ اس کے بعد جیسا کہ کہا گیا ہے اس قوس میں روشنی کا اضافہ ہو رہا ہوتا ہے جبکہ اس کی حدود میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ 15 درجہ زیر افق پر اس روشنی میں کافی تیزی آجاتی ہے۔

15 درجہ زیر افق کی روشنی اور صبح صادق۔

یہ روشنی بھی قوس ہی کی شکل میں ہوتی ہے لیکن صبح صادق اس سے پہلے واقع ہو چکی ہوتی ہے کیونکہ وہ پہلا لمحہ جس پر مستطیر روشنی ظاہر ہو جائے صبح صادق کہلائے گی، کیونکہ حدیث شریف **لا یمنعنکم من سحورکم اذان بلال و لا الفجر المستطیل و لکن الفجر المستطیر** میں فجر مستطیر کو سحری کی آخری حد بتایا گیا ہے۔ پس جب بھی پہلی دفعہ فجر مستطیر ظاہر ہوگی، سحری کا وقت ختم سمجھا جائے گا۔ ایسا پہلی دفعہ 18 درجہ زیر افق پر ہو جاتا ہے اس لیئے اس کو صبح صادق کہیں گے، اور 15 درجہ زیر افق کی روشنی اس کا تسلسل ہے۔ جب تک سورج طلوع نہیں ہوگا صبح کا وقت جاری رہے گا۔ اور 15 درجہ زیر افق پر جو روشنی ہوتی ہے وہ بھی قوس کی شکل میں یعنی مستطیر ہوتی ہے۔ ہم نے بھی اپنے مشاہدات میں 18 درجہ زیر افق کی روشنی کو مستطیر دیکھا ہے اور 15 درجہ زیر افق کی روشنی کو بھی مستطیر دیکھا ہے، بلکہ اس قوس کی شکل جو 18 درجہ زیر افق کے وقت بنتی ہے جاننے والے کے لیئے سورج کے طلوع سے آدھ گھنٹہ پہلے تک بھی محسوس ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ 15 درجہ زیر افق کی روشنی سب کو محسوس ہوتی ہے چاہے تجربہ کار ہو یا نہیں، جبکہ 18 درجہ زیر افق کی روشنی چونکہ کم ہوتی ہے اس لئے اس کے لیئے تجربے کا ہونا ضروری ہے اور یہ صرف آنکھوں کو مانوس کرنے سے ہوتا ہے، جو کہ تقریباً ہفتہ دس دن میں محسوس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ہمیں بھی ابتدا میں یہ قوس 15 درجہ زیر افق کے مطابق نظر آئی لیکن ہفتہ دس دن کے بعد ہم نے دیکھا کہ ایسا تو چھ سات منٹ پہلے شروع

ہو جاتا ہے اور پھر روزانہ یہ فصل بڑھتا گیا حتی کہ مہینے کے اختتام میں تقریباً 18 درجے زیر افق کے برابر ہو گیا ۔پس جس نے صرف چند دن مشاہدہ کیا ان کو 15 درجے زیر افق کا خیال ہوا اور جس نے زیادہ مشاہدات کئے ان کو یہ درجے زیر افق پر معلوم ہوا۔

حضرت بلالؓ کی اذان اور صبح کاذب۔

بعض حضرات ایک عجیب اشکال کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اذان صبح کاذب کو دیکھ کر دیتے تھے۔کافی تلاش کرنے کے بعد بھی احادیث شریفہ سے کوئی ایسا اشارہ نہیں معلوم ہوسکا کہ بلالؓ صبح کاذب دیکھ کر اذان دیا کرتے تھے البتہ اس کی صراحت موجود ہے جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں **ان بلالاً کان یؤذن بلیل** سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلالؓ اذان اس وقت دیتے تھے کہ ابھی رات ہوتی تھی۔ظاہر ہے صبح صادق سے پہلے رات ہی ہوتی ہے، اس دوران صبح کاذب کا بھی ظہور ہوسکتا ہے ۔تیسری حدیث شریف میں اذان بلالؓ اور **فجر مستطیل** میں ''وٗ'' عطف ہے جو کہ تغائر کا تقاضا کرتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے **فلا صدق و لا صلی و لکن کذب و تولی** اس لئے اذان بلال اور فجر مستطیل کے وقوع کو ایک وقت پر ثابت کرنے کے لئے مستقل دلیل کی ضرورت ہے جو کہ یہاں نہیں ہے۔اس میں دو علیٰحدہ کاموں کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ ان دونوں کے مطابق سحری کھانا نہ چھوڑا جائے ۔ایک فجر طولانی (اگر نظر آئے) اور دوسرا بلالؓ کی اذان ۔کیونکہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی، ہاں جب افق پر پھیلی ہوئی صبح بھی نمودار ہو جائے تو اب کھانے پینے سے رکنا چاہیئے کیونکہ یہ صبح صادق کہلائے گی ۔اس میں واضح طور پر طولانی اور پھیلی ہوئی فجر کا فرق کیا گیا ہے۔بلالؓ کی اذان کو اس لیئے ساتھ شامل کیا گیا ہے کہ یہ صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی تو یہ بھی سحری سے مانع ہوسکتی تھی۔کس لیئے دی جاتی تھی؟ تو جیسا کہ پہلی حدیث شریف میں ہے **لا یمنعن احدا منکم اذان بلال او قال نداء بلال من سحوره فانه یؤذن او قال ینادی لیرجع قائمکم و یوقظ نائمکم** کہ بلالؓ اس لیئے اذان دیتے ہیں تاکہ لوٹیں تم میں نماز پڑھنے والے اور اٹھیں تم میں سونے والے۔اس سے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سونے سے جاگنے کے لئے اور سحری کرنے کے لئے صبح کاذب کا دیکھنا ضروری تھا؟ آج کل بھی حرمین شریفین میں تہجد کی اذان فجر سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے دی جاتی ہے۔ان سے بھی پھر ہمیں کہنا چاہیئے کہ تم سنت کے خلاف کر رہے ہو، تمہیں تہجد کی اذان اس وقت دینی چاہیئے جب صبح کاذب کا وقت ہو جائے۔اصل میں مسئلہ یہ ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے کوئی فجر مستطیل کو دیکھ لیتا تو اس کو یہ شبہ ہو جاتا کہ صبح ہوگئی اور وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ بلالؓ کی اذان سن لیتا جس کا فجر مستطیل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا لیکن اس سے بھی شبہ پڑسکتا تھا کہ کوئی

کھانا پینا روک دیتا۔ آپ ﷺ نے دونوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے مطابق سحری میں کھانا پینا نہ چھوڑے بلکہ جب فجر مستطیر ظاہر ہو جائے تو اس وقت البتہ کھانا پینا چھوڑنا لازمی ہے۔ کیونکہ اس سے روزے کا وقت شروع ہو جاتا تھا جس کا قرآن میں ذکر ہے وَکُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن میں خیط ابیض واسود کے درمیان جو تبین کا ذکر ہے اس سے مراد فجر مستطیر کا ہی ظہور ہے کہ اس وقت خیط ابیض واسود میں تبین ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر ایک بات اور بھی کی جارہی ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں رمضان شریف کبھی بھی موسم خزاں میں نہیں آیا اور بروجی روشنی مدینہ منورہ کے عرض بلد پر موسم خزاں میں زیادہ واضح نظر آسکتا ہے نیز سحری رمضان میں کھائی جاتی ہے اس لئے صبح کاذب اگر بروجی روشنی ہوتا تو پھر اس کی سحری کے ممانعت نہ قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کے لئے ایک بات عرض کی جاتی ہے کہ فجر مستطیل کا صبح کاذب ہونا نص صریح سے ثابت ہے۔ اور مشاہدات سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ 18 درجہ زیر افق کی روشنی مستطیل شکل کی نہیں بلکہ مستطیر شکل کی ہوتی ہے۔ کسی حدیث شریف میں یہ نہیں بتایا گیا کہ رمضان میں ضرور فجر مستطیل نظر آئے گا ۔غیر رمضان میں بھی لوگ تہجد کے لئے اٹھتے تھے اور روزے بھی رکھتے تھے۔ ان کے لئے بھی اس اصول کی جاننے کی ضرورت تھی۔ اس لئے اصول کو عام رکھا گیا چاہے رمضان ہو یا غیر رمضان فجر مستطیل پر سحری میں کھانا پینا بند نہیں ہوگا اور فجر مستطیر پر ہر حال میں بند ہوگا۔ اس تاویل کی موجودگی میں نص صریح کو چھوڑنے پر آخر کونسی چیز مجبور کر رہی ہے؟

یرقی ذا وینزل ذا کا اشکال۔

یہ ٹکڑا دوسری حدیث شریف سے لیا گیا ہے۔ اس پر بھی ایک اشکال کیا گیا ہے اور اس اشکال کو اتنا اہم سمجھا گیا ہے کہ صبح کاذب کے لئے مجر مستطیل کا شرط بھی اس بنیاد پر چھوا جا رہا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ بلال ؓ کی اذان صبح کو جب ہوتی تھی تو اس میں اور ابن ام مکتوم ؓ کی اذان میں بس اتنا فرق تھا کہ ایک چڑھے اور دوسرا اترے۔ اس حصّے پر علامہ بدرالدین عینیؒ اپنی شرح عمدۃ القاری شرح بخاری میں تفصیل سے کلام کر چکے ہیں۔ حضرت کا کلام اس میں بہت مفید ہے۔ حضرت اس ٹکڑے کے بارے میں رقم طراز ہیں (الا ان یرقی) بفتح القاف ای یصعد یقال رقی یرقی رقیاً من باب علم یعلم قولہ (وینزل) بالنصب ای و ان ینزل و کلمۃ ان مصدریۃ و کلمۃ ذا فی الموضعین فی محل الرفع علی الفاعلیۃ و قال المھلب والذی یفھم من اختلاف الالفاظ لھٰذا الحدیث ان بلالاً کانت رتبتہ ان یؤذن بلیل علیٰ ما امرہ بہ الشارع من الوقت لیرجع القائم و ینبہ النائم ولیدرک السحور منھم من لم یتسحر و قد روی ھٰذا کلہ ابن مسعود ؓ عن رسول اللہ ﷺ

فکانوا یتسحرون بعد اذانه و فیه قریب اذان ابن مکتوم من اذان بلال و قال الداودی قوله (لم یکن بین اذانهما) الی آخره و قد قیل اصبحت اصبحت دلیل علی ان ابن ام مکتوم کانیراعی قرب طلوع الفجر او طلوعه لانه لم یکن یکتفی باذان بلال ؓ فی علم الوقت لان بلالاً فیما یدل علیه الحدیث کان تختلف اوقاته و نما حکی من قال ینزل ذا و یرقی ذا ماشاهد فی بعض الاوقات و لو کان فعله لا یختلف لاکتفی به رسول الله ﷺ و لم یقل (فکلوا واشربوا هتی یؤذن ابن ام مکتوم و لقال اذا فرغ بلال فکفوا و لکنه جعل اول اذان ابن ام مکتوم علامة الکف و یحتمل لان لابن ام مکتوم من یراعی الوقت و لو لا ذالک لکان ربما خفی عنه الوقت و یبین ذالک ما روی ابن وهب عن یونس عن ابن شهاب (عن سالم قال کان ابن ام مکتوم ضریر البصر و لم یکن یؤذن حتی یقول الناس حین ینظرون الی بزوع الفجر اذن). چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں و قال الداودی فعلی هٰذا کان فی وقت تاخر بلال باذانه فشهده القاسم فظن ان ذالک عادتهما قال و لیس بمنکران یاکلوا حتی یاخذالآخر فی اذانه و جاء انه کان لاینادی حتی یقال له اصبحت اصبحت ای دخلت فی الصباح او قاربته و قال صاحب التوضیح قوله فشهده القاسم غلط فتامله (قلت) لان قاسمالم یدرک هٰذا.

اس کا لب لباب یہ ہے کہ بلالؓ کی ذمہ داری یہ لگائی گئی تھی کہ وہ اذان دیا کرے کہ جولوگ سوئے ہوں وہ اٹھیں جونماز پڑھ رہے ہوں وہ لوٹیں اور جنہوں نے سحری نہ کی وہ سحری کریں اور عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ سب مروی ہے اوروہ بلالؓ کے اذان کے بعد سحری کرتے تھے اور حضرت یہ فرماتے ہیں کہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ بلالؓ مختلف اوقات میں اذان دیا کرتے تھے تو بعض اوقات میں ان دونوں اذانوں کے درمیان فصل کم بھی ہوسکتا تھا اس وقت راوی قاسمؒ کو گمان ہوا کہ شاید یہ عادت ہوحالانکہ ایسانہیں تھا۔اگرایسا ہوتا تو لوگ اس میں سحری کیسے کرتے اوراتنے کام کیسے کرتے ۔(صبح کاذب کی اذان دینے کی شرعی ضرورت بھی نظرنہیں آتی) پس اگراتنا کم فرق دونوں میں ہوتا کہ چڑھنے اوراترنے کا فرق ہو،توابن ام مکتومؓ کی اذان کوسحری ختم ہونے کا معیار ہونے کی بجائے بلالؓ کی اذان کوکھانا پینا بند کرنے کے لیئے معیار بنایا جاتا ۔پس حضرت کے نزدیک راوی قاسم سے سمجھنے میں غلطی ہوئی حقیقت حال یہ ہے کہ بلالؓ کی اذان مختلف اوقات میں ہوتی تھی کبھی زیادہ فصل کے ساتھ کبھی تھوڑے فصل کے ساتھ۔اسلیئے اس پرزور دے کر یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ دونوں اذانیں روشنی دیکھ کردی جاتی تھیں یا 18 درجہ زیرافق کےاوقات صبح کاذب کےاوقات ہیں عجیب درعجیب ہے۔

(جاری ہے)

سانچ کو آنچ نہیں (آخری قسط)

(ڈاکٹر محمد طارق، سربراہ شعبۂ فزیالوجی، کیبر میڈیکل کالج، پشاور)

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہیں صرف ایمان لانے پر چھوڑ دیا جائے گا اور تمہیں آزمایا نہیں جائے گا۔ جب انسان اپنی اصلاح کے بارے میں غور کرنا شروع کرتا ہے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس راستے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آتی ہیں۔ انسان کے بننے اور بگڑنے کا پتہ آزمائش کے مواقع پر چلتا ہے۔ جب نفس کے مزے کو چھوڑ کر، مفاد کو ٹھکرا کر اور خطرات کو خاطر میں نہ لا کر انسان حق پر جمتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے اور بالآخر فتح حق کی ہی ہوتی ہے اور تعلق مع اللہ میں بھی اضافہ کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ ایک سچا واقعہ قارئین کی دلچسپی اور عبرت کے لئے پیشِ خدمت ہے۔

گل قیاض صاحب سلسلے میں بیعت ہیں اور سنجیدگی سے اپنی اصلاح کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ موصوف خیبر بینک میں گریڈ ۲۰ کے افسر ہیں۔ یہ ۲۰۰۴ء کا واقعہ ہے، اس وقت وہ چیف آڈیٹر (Chief Auditor) کے عہدہ پر کام کر رہے تھے۔ اپنے فرائض منصبی میں اُن کو ہر قسم کے اخراجات اور بہی کھاتوں کی جانچ پڑتال کرنا پڑتی تھی۔ جہاں کوئی بے ضابطگی اور بے قاعدگی دیکھتے اُس کی نشاندہی کرتے جو افسران کی طبیعت پر گراں گزرتی۔ مختلف مواقع پر خریداری اور تقرریوں میں اپنے مینیجنگ ڈائریکٹر (Managing Director, M.D) کے خلافِ قاعدہ فیصلوں کی نشاندہی کی جس پر وہ ناراض تھے۔

انہی دنوں بینک کا ایک وفد جرمنی گیا جس میں کچھ بینک کے اور کچھ حکومتی عہدیدار شامل تھے۔ واپسی پر وفد کے ارکان نے ٹی اے ڈی اے (T.A, D.A) کے بل جمع کرائے۔ جانچ پڑتال کے دوران گل قیاض صاحب نے دیکھا کہ جماعت اسلامی کے ایک گریڈ ۱۷ کے افسر جو اس سفر میں سینئر وزیر سراج الحق کے ساتھ تھے نے گریڈ ۲۰ کی شرح پر بل جمع کرایا ہوا تھا۔ صحیح طریقہ کار کے مطابق ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پہلے اُس بل کو آڈیٹر منظور کرتا اور پھر MD دستخط کرتا۔ مگر یہاں جب بل گل قیاض صاحب کے سامنے پہنچا تو اُس پر پہلے سے ہی MD کا دستخط ہو چکا تھا۔ گل قیاض صاحب یہ بات جانتے تھے کہ اس آدمی کے سینئر وزیر کے ساتھ گہرے تعلقات ہیں اور اُس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے شیخ و مربی ڈاکٹر فدا صاحب مدظلہٗ سے مشورہ کیا کہ ایسی صورتِ حال ہے میں کیا کروں وہ

لوگ میرے لئے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم وہی لکھو جو حق ہے کیونکہ آپ نے تو بیعت ہی اس بات پر کی ہے کہ حق کو نافذ کریں گے اور اس کے لئے جان دینے کا موقع آئے گا تو پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ باقی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اللہ تعالیٰ حق کی مدد فرماتے ہیں اور اس کو غالب کرتے ہیں۔ وقتی طور پر اگر باطل کا پلڑا بھاری نظر آ رہا ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی ڈھیل ہوتی ہے اور بالآخر ایسے لوگوں کی گرفت ہوتی ہے اور بہت سخت ہوتی ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ o (البروج:۱۲)

ترجمہ: بے شک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے۔ (معارف القرآن)

نہ جا اُس کے تحمل پر نرالی ہے گرفت اُس کی
ڈر اُس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

گل قیاض صاحب نے اللہ کا نام لے کر اُس بل پر اپنی طرف سے نوٹ لکھا کہ اس آدمی کو اپنے گریڈ کے مطابق T.A, D.A دیا جائے اور دستخط کر دئے۔ بہرحال بینک نے اُس کو نظر انداز کر کے اُس کو گریڈ ۲۰ کے ہی پیسے دئے۔ جب مذکورہ بل سٹیٹ بینک آڈیٹ میں پکڑا گیا تو پھر اس کی باز پرس ہوئی اور اس کی ریکوری کرنے کا کہا گیا۔ اس پر ایم ڈی اور سینئر وزیر بہت ناراض ہوئے۔ انہوں نے سوچا کہ اس آدمی سے جان چھڑانی چاہئے یہ تو بہت بیوقوف ہے نہ خود کھاتا ہے نہ ہمیں کھانے دیتا ہے۔ اُس افسر نے کسی کی زبانی گل قیاض صاحب کو پیغام پہنچایا کہ ہم تمہیں اس کا مزہ چکھائیں گے۔ لہٰذا انتقامی کاروائی کرتے ہوئے MD نے وزیر موصوف کی ایما پر پندرہ بیس بے جا الزامات عائد کر کے گل قیاض صاحب کو نوکری سے برطرف کر دیا۔ قانوناً ایم ڈی کو ایسا کرنے کا اختیار ہی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں ضابطے کا بھی خیال نہیں رکھا گیا کہ پہلے وضاحت (Explanation) طلب کی جاتی، انکوائری ہوتی وغیرہ۔

گل قیاض صاحب پھر ڈاکٹر صاحب کے پاس آئے کہ مجھے حق بات کہنے کی پاداش میں برطرف کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں اللہ خیر کرے گا۔

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْاً ط اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ o (العمران:۱۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا ان کے فریب سے۔ بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے۔ (معارف القرآن)

وَ لَا تَھِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (العمران:۱۳۹)

ترجمہ: اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (معارف القرآن)

ڈاکٹر صاحب نے گل قیاض صاحب کو عدالت سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ گل قیاض صاحب نے عدالت میں کیس

دائر کر دیا۔ کیس چل رہا تھا کہ گل قیاض صاحب کو یہ پتہ چلا کہ ۲۰۰۲ء میں ایک آرڈیننس نافذ ہوا تھا جس کی رو سے MD کے پاس اس کو برطرف کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے۔ یہ اختیار صرف گورنر اور وزیرِ اعلیٰ کے پاس ہے۔ اس پر گل قیاض صاحب نے وزیرِ اعلیٰ کو درخواست دی کہ میرے خلاف انتقامی کاروائی کی گئی ہے اور اختیارات سے تجاوز کر کے مجھے برطرف کیا گیا ہے۔ وزیرِ اعلیٰ نے کیس کو SNGD اور لاء ڈیپارٹمنٹ کو بھیجا۔ انہوں نے گل قیاض صاحب کے مؤقف کی تائید کی اور وزیرِ اعلیٰ نے گل قیاض صاحب کو بحال کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اس کے باوجود بینک والے گل قیاض صاحب کی جوائننگ (Joining) قبول نہیں کر رہے تھے اور ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے گل قیاض صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ دفتر جایا کریں حاضری لگایا کریں اور جب چھٹی کرنا ہو تو درخواست دیا کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ آتے جاتے رہے مگر نہ بینک والے گل قیاض صاحب کو کوئی کام دیتے تھے اور نہ ہی تنخواہ دیتے تھے۔ گھریلو اخراجات کے لئے قرض لینا پڑ رہا تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر گل قیاض صاحب نے دوبارہ وزیرِ اعلیٰ کو درخواست لکھی کہ بینک والے ان کی جوائننگ بھی قبول نہیں کر رہے اور تنخواہ بھی نہیں دیتے۔ وزیرِ اعلیٰ نے اُن کی درخواست پر بینک والوں سے سخت باز پرس کی اور حکم جاری کیا کہ تین دن کے اندر اندر اس بات کی وضاحت کی جائے کہ میرے حکم کے باوجود گل قیاض صاحب کو ڈیوٹی پر کیوں نہیں آنے دیا جا رہا۔ اس پر MD بہت گھبرایا اور فوراً مجھے بلا کر جوائننگ لے لی۔

برطرفی کے نو مہینے بعد گل قیاض صاحب کی بحالی کا حکم ہوا اور اُس کے بعد بھی سینئر وزیر نے گیارہ مہینے تک لٹکائے رکھا۔ کُل ۲۰ مہینے کی ابتلا تھی۔ وزیر صاحب نے اپنا پورا زور لگایا ہوا تھا کہ گل قیاض صاحب دوبارہ نوکری پر نہ آسکیں مگر سلسلے کے ساتھی مسلسل دعائیں کرتے رہے اور گاہے گاہے ختم بھی کرتے رہے۔ اس کے نتیجے میں اللہ نے وزیر صاحب کی وزارت کا خاتمہ کیا اور گل قیاض صاحب اپنے عہدے پر بحال ہو گئے۔ جس MD نے گل قیاض صاحب کو برطرف کرنے کا حکم جاری کیا تھا اُس کو تین مہینے بعد ہی مختلف بے قاعدگیوں میں ملوث ہونے کی بنا پر مستعفی ہونا پڑا اور آج کل کینسر کا مریض ہے۔ اب کی بار بینک والوں نے ڈر کے مارے بجائے آڈیٹ چیف کا عہدہ دینے کے گل قیاض صاحب کو شعبۂ زراعت کا ڈائریکٹر بنا دیا۔ ابھی بھی بینک والے گل قیاض صاحب کے بقایاجات (Arears) دینے میں ٹال مٹول کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس کا فیصلہ بھی گل قیاض صاحب کے حق میں ہو جائے گا۔ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

حضرت مولانا عبد المنان صاحب کا جنوبی افریقہ کے چینل اسلام کو انٹرویو

Host: Tonight a very esteemed and important guest, Maulana Abdul Manan, has joined us. He is a resident of Makah Mokarrama. He is khalifa of great and illustrious ulema, the likes of Maulana Faqir Mohammad RA, Maulana Qamar-uz-Zaman Allahbadi RA and Maulana Ashraf Khan Suleimani Peshawari RA. For the past twenty five years Maulana is a resident of Makah. Besides being an alim, which is a great nai'mat of Almighty, he qualified Peshawar University as a civil engineer, in 1975. With the mercy of Almighty, Maulana is involved in various major projects as a civil engineer of Baitullah sharif at Makkah. We are so blessed to have him with us as he has just flown in today.

We are going to talk to him on some serious issues and he will be kind enough to share his words of wisdom with us. Maulana Assalam-O-Alaikom.

Maulana: Wa Alaikum -us- Salam, Wa rahmatullah e Wa Barakato hu.

Host: Maulana Jazakallah and we are much honored to have you with us in our studio.

Maulana: Alhamdulillah and I am very thankful to you and Channel Islam for giving me an opportunity to share my

views with the youth from all over the world.

Host: Yes, Maulana before you share your message with the youth and before we start focusing on them, can you tell us what you think regarding the importance of modern media, Channel Islam also being a media organization.

Maulana: The need to utilize modern media has increased with time and lately it has become crucial for training and education of our youth and Muslims at large on proper lines. Therefore, we need to exercise such activities via all the sources of media available to us. Media needs to address not only the religious education and training, which of course is our foremost priority but also in the various fields of science and technology. I believe it is the most important tool and medium by which we can alleviate the mental capabilities of our youth.

Host: Maulana looking at the media all around us, playing the role of a lethal weapon against Islam and this mainstream media is becoming more and more hostile towards Islam as the time is passing by.

Maulana: Earlier in the Juma' prayer, I was talking to my Muslim brothers in this very context that whatsoever is the theme of hostility from the ignorant lot, the basic message of Islam is peace. Peace to oneself and to the humanity. Islam is peace and Muslims are the peace keeping and maintaining group. We are not bothered by the hostility of the ignorant but we have to keep ourselves aware of their action plans so that we can teach our youth how to defend the honor of Islam and the honor and lives of Muslim community.

They are using media as a weapon and we are also to use it to neutralize the damage they are causing us. As the great Hazarat Thanvi quoted in his Islaahi Nisaab thatmoney will be used as a weapon and so the defense against it will also be money. So we have to use the same tools and weapons that they are using against us.

Host: Maulana talked about money being used as a weapon and I remember an earlier discussion with one of our guests that modern way of life and capitalist economies are attracting the youth to materialism and wealth, which poses a great challenge for the youth the way they practice Islam because the race for material gains creates lots of diversions. What should the youth do in such circumstances where material gains are also crucial for survival?

Maulana: Let us analyze the problem on an abstract level. The youth are observing the economical wars around them. If a nation's economy fails, all other subsystems of the nation also fail i.e. the whole nation collapses. The concept that Hazarat gave us was that a nation should be very sound economically. We are not talking about individuals but a nation. Rasool (SAWS) is quoted in Mishka'at shareef that a time will come when the protection of religion will be from Dirham and Dinar. This is what Thanvi (RA) later stated in his sermons, which I mentioned earlier.

The ignorant nations are using their economical strengths against us. Therefore, we will need to build our economical muscle. Thus it is the responsibility of every Muslim to work hard day and night for material gains, which will add to the economical muscle but not our bank balances and luxurious lifestyles.

Rasool (SM) made a dua to the Almighty, "A uzobika minal kufre wal faqre." The poverty border is just joining with that of the non believers. So we have to take into account the strengthening of our economies and move our nation to prosperity.

Host: I remember from one my earlier discussions with one of our guest, Maulana Tahir. A point was raised in that discussion and he said that there is a great need to present Islam in its correct sense and manner to our youth and humanity at large. And now Maulana also described that Islam is dynamic and it is not a religion restricted to rituals like Salat and Saum or performing Hajj. Islam is a dynamic force that addresses all the issues that individuals and societies face in all times. And Islam must have a solution to all the problems and challenges for the youth of this era. What will you say in this regard?Maulana: Sure, in today's Juma prayers this topic was also highlighted. We were discussing that all the sciences, research and technology were initiated by Islam. Last week in UK, Prince Charles (not sure because the voice was not clear) in his last address confessed, "We are thankful to the Muslims that they educated us when they came to Spain."I quoted a verse from the holy Quran in this Juma prayer in which Almighty is saying, "Jaala lakum us Sama Wal Absar wal afida". Almighty has mentioned ears first, then eyes and then Afida. The quoting of Quran is very systematic. The embryologists have reached to this very fact now after fourteen hundred years that embryologically ears develop first and then eyes.

Host: When we look at Muslim societies we see the youth facing many challenges and temptations. What role should the society play in the development of our youth?Maulana: The basic responsibility lies on the shoulders of the parent, which is a big responsibility and at the moment they are not fulfilling it properly. They need to develop their children's mental level, emotions and energies. So I will emphasize on the training and educating of elders as they further groom the youth. Currently we are touching the branches and not the roots. History has proven over and over again that it is the training part that pertain the most to the success of a person. For instance, one of our elders Junaid Baghdadi (RA) was once sitting in a pleasant and peaceful condition when his mother was passing by. She asked him how he felt. He replied "Alhamdulillah, I am very thankful to the Almighty that he has blessed me with so many of His bounties and most of all Iman and peace of heart." The mother replied back and said, "O my son! it is not your achievement but it is the milk that was fed to you as a child." Thus the essence of success is in personality development. If the parents are righteous then the children will follow the same path and become strong personalities both ethically and practically.

Host: Maulana just some final words of wisdom as a conclusion to this enlightening session.

Maulana: The Quran and Islam are for all the humanity, till the end of times, and not only for Muslims. We have to make sure that we are the well wishers of humanity and that we spread this message all over the world.

Host: Thank you Maulana for sharing your precious views with us.

ترجمہ:

میزبان: آج رات ایک بڑے معزز اور اہم مہمان مولانا عبدالمنان صاحب ہمارے ساتھ ہیں۔ وہ مکہ مکرمہ کے رہائشی ہیں، بڑے مشہور علماء جناب مولانا فقیر محمد صاحبؒ، مولانا قمر الزمان صاحب الہ آبادی مدظلہٗ اور مولانا محمد اشرف خان صاحب سلیمانی پشاوریؒ کے خلیفہ ہیں۔ گذشتہ ۲۵ سال سے مولانا مکہ کے مقیم ہیں۔ ایک عالم ہونے کے علاوہ جو کہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، انہوں نے پشاور یونیورسٹی سے ۱۹۷۵ء میں سِول انجینئرنگ کی ہے۔ اللہ کے فضل سے مولانا مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے مختلف اہم منصوبوں میں شامل ہیں۔ اُن کی ہمارے ساتھ موجودگی بہت بڑی رحمت ہے کیونکہ وہ آج ہی تشریف لائے ہیں۔ ہم اُن کے ساتھ کچھ اہم مسائل پر گفتگو کریں گے۔ وہ ازراہِ مہربانی اپنے دانشورانہ ملفوظات سے ہمیں نوازیں گے۔ السلام علیکم مولانا صاحب!

مولانا صاحب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میزبان: مولانا جزاک اللہ، ہمیں بہت اعزاز ملا کہ آپ ہمارے اسٹوڈیو میں ہیں۔

مولانا صاحب: الحمدللہ میں آپ کا اور چینل اسلام کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات ساری دنیا کے نوجوانوں تک پہنچانے کا موقع دیا۔

میزبان: مولانا اس سے پہلے کہ آپ نوجوانوں کو اپنا پیغام دیں اور ہم اُن پر متوجہ ہوں، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ذرائع ابلاغ (Media) کی اہمیت کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟ چینل اسلام بھی اسی ذرائع ابلاغ کی تنظیم کا حصہ ہے۔

مولانا صاحب: جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کی ضرورت بڑھ گئی ہے اور اب صحیح خطوط پر نوجوانوں اور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے یہ انتہائی ضروری ہوگئی ہیں۔ اس لئے ہمیں ابلاغ کے دستیاب تمام ذرائع پر ایسی سرگرمیاں کرنے کی ضرورت ہے۔ ذرائع ابلاغ نہ صرف دینی تعلیم وتربیت جو کہ ہماری اولین ترجیح ہے کو مخاطب کریں بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے مختلف میدانوں کو بھی لیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انتہائی اہم ہتھیار اور ذریعہ ہے جس کے ذریعے ہم اپنے نوجوانوں کی ذہنی استعدادوں کو اجاگر کر سکتے ہیں۔

میزبان: مولانا! اپنے چاروں طرف کے ذرائع ابلاغ پر نظر ڈالتے ہوئے جو کہ مسلمانوں کے خلاف ایک مہلک ہتھیار کا کردار ادا کر رہے ہیں اور ذرائع ابلاغ کا یہ بڑا ذریعہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کا بہت دشمن ہوتا جا رہا ہے۔

مولانا صاحب: اس سے پہلے جمعہ کی نماز میں میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اسی سلسلے میں بات کر رہا تھا کہ ناواقف لوگوں کی طرف سے اس تناظر میں جتنی بھی دشمنی ہو اسلام کا بنیادی پیغام امن ہے۔ امن اپنے لئے اور امن ساری انسانیت کے لئے۔ اسلام امن ہے اور مسلمان امن قائم کرنے اور بحال رکھنے والا گروہ ہے۔ ہم جاہلوں کی دشمنی سے پریشان نہیں ہیں لیکن ہمیں ان کے لائحہ عمل سے اپنے آپ کو باخبر رکھنا ہے تا کہ ہم اپنے نوجوانوں اسلام کے اعزاز کی حفاظت اور مسلمانوں کی عزت اور جانیں بچانا سکھا سکیں۔

وہ ذرائع ابلاغ کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ جو نقصان ہو ہمیں پہنچا رہے ہیں اس کا تدارک کرنے کے لئے ہمیں بھی ان کو استعمال کرنا ہوگا۔ جس طرح مجدد الملت، حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ نے اصلاحی نصاب میں فرمایا ہے کہ مال کو بطور ہتھیار کے استعمال کیا جائے گا اور اس کا دفاع مال سے ہی ہوگا۔ پس جو ہتھیار وہ ہم پر استعمال کر رہے ہیں وہ ہمیں اُن کے خلاف استعمال کرنا ہوگا۔

میزبان: مولانا نے مال کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کی بات کی اور مجھے اپنے پہلے مہمانوں میں سے ایک مہمان کے ساتھ گفتگو یاد ہے کہ جدید طرز زندگی اور سرمایہ دارانہ معیشت نوجوانوں کو مادیت اور مال کی طرف کھینچ رہے ہیں جس میں اسلام پر عمل کرنے والے نوجوانوں کے لئے بہت بڑا چیلنج (تہدی) ہے کیونکہ مادی اشیاء کے حصول کی دوڑ بہت ساری قباحتیں پیدا کر دیتی ہے۔ ایسے حالات میں نوجوانوں کو کیا کرنا چاہئے جب کہ بقا کے لئے مادی اشیاء کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے؟

مولانا صاحب: آیئے کہ ہم اس کا ایک دانشورانہ تجزیہ کریں۔ نوجوان اپنے اردگرد معاشی جنگ کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اگر کسی قوم کی معیشت ناکام ہوتی ہے تو سارے ذیلی نظام بھی ناکام ہو جاتے ہیں اور پوری قوم ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت نے ہمیں جو تصور دیا وہ یہ تھا کہ قوم معاشی لحاظ سے بہت مضبوط ہونی چاہئے۔ ہم افراد کی نہیں بلکہ قوم کی بات کر رہے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں حضورﷺ سے روایت ہے کہ ایک وقت آئے گا جب دین کی حفاظت درہم و دینار سے ہوگی۔ یہ وہ بات ہے جو حضرت تھانویؒ نے اپنے مواعظ

میں بیان کی ہے اور جس کا میں نے پہلے تزکرہ کیا۔ جاہل اقوام اپنی معاشی قوت کو ہمارے خلاف استعمال کررہی ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی معاشی طاقت مضبوط کرنی ہوگی۔ اس طرح یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مادی اشیاء حاصل کرنے کے لئے دن رات محنت کریں جس سے معاشی قوت میں اضافہ ہوگا مگر اپنے بینک بیلنس اور پرتعیش زندگی کے لئے نہیں۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ایک دعا مانگی الھم انی اعوذ بک من الکفر والفقر (یا اللہ! میں کفر اور تنگدستی سے تمہاری پناہ مانگتا ہوں۔) غربت کی حد (بعض اوقات) کفر سے جا ملتی ہے۔ پس ہمیں اپنی معیشت کو مضبوط کرنے اور اپنی قوم کو خوشحالی کی طرف لے جانے کے بارے میں غور کرنا ہوگا۔

میزبان: مجھے اپنے پہلے مباحثوں میں سے اپنے ایک مہمان مولانا طاہر صاحب کے ساتھ گفتگو یاد ہے۔ اُس بحث میں ایک نکتہ اٹھایا گیا اور انہوں نے کہا کہ اسلام کو اپنے نوجوانوں اور انسانیت کے سامنے اپنے درست تصور میں صحیح طریقے پر پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اب مولانا صاحب نے بھی بیان کیا کہ اسلام اثر آفریں (متحرک) ہے اور یہ ایسا دین نہیں جو نماز، روزہ اور حج جیسی مذہبی رسومات تک محدود ہو۔ اسلام ایک متحرک قوت ہے جو ایسے تمام مسائل کو مخاطب کرتی ہے جو تمام ادوار میں افراد یا معاشروں کو درپیش ہوں اور ضروری ہے کہ اسلام کے پاس اس دور کے نوجوانوں کے تمام مسائل اور چیلنجز کا حل ہو۔ اس حوالے سے اپ کیا کہیں گے؟

مولانا صاحب: ضرور، آج جمعہ کی نماز میں اس موضوع کو بھی نمایاں کیا گیا تھا۔ ہم یہ بحث کررہے تھے کہ سائنس، تحقیق اور ٹیکنالوجی اسلام نے شروع کی تھی۔ پچھلے ہفتے برطانیہ میں شہزادہ چارلس نے اپنے آخری خطاب میں اقرار کیا کہ ہم مسلمانوں کے شکر گزار ہیں کہ وہ سپین آئے تو انہوں نے ہمیں علم سکھایا۔ میں نے اس نماز جمعہ میں قرآن پاک کی ایک آیت مبارک کا حوالہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ. اللہ تعالیٰ نے پہلے کان کا ذکر کیا ہے پھر آنکھوں کا اور پھر دل کا۔ قرآن کا بیان بہت مربوط ہے۔ ایمبر یالوجی کے ماہرین چودہ سو سال بعد اس حقیقت تک پہنچے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں بننے کے دوران پہلے کان بنتے ہیں پھر آنکھیں۔

میزبان: جب ہم مسلمان معاشروں کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں نوجوان کئی چیلنجز اور ترغیبات کا سامنا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نوجوانوں کی نشونما (ترقی) کے لئے معاشرے کو کیا کردار ادا کرنا چاہیئے؟

مولانا صاحب: بنیادی ذمہ داری والدین کے کندھوں پر ہے جو کہ ایک بڑی ذمہ داری ہے اور فی الوقت وہ اس کو صحیح طور پر ادا نہیں کررہے۔ اُن کو اپنے بچوں کے ذہنی معیار، جذبات اور توانائیوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ پس میں بڑوں کی تعلیم وتربیت پر زور دوں گا جو آگے جا کر نوجوانوں کو سنواریں گے۔ فی الحال ہم شاخوں کو چھو رہے ہیں اور جڑوں کو نہیں۔ تاریخ نے کئی بار اس بات کو ثابت کیا ہے کہ یہ تربیت ہے جو کسی کی کامیابی سے بہت زیادہ متعلق ہے۔ مثلاً ہمارے ایک بزرگ حضرت جنید بغدادیؒ ایک دفعہ ایک خوشگوار اور پرسکون ماحول میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس کی ماں نے، جو پاس سے گزر رہی تھی، اُن سے پوچھا کہ وہ کیسا محسوس کررہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ''الحمدللہ! میں اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اپنی بہت ساری فیاضیوں اور سب سے بڑھ کر ایمان اور دل کے سکون سے نوازا ہے۔'' اس کی ماں نے جواب دیا اور کہا'' ای میرے بیٹے! یہ تمہارا کارنامہ نہیں بلکہ یہ وہ دودھ ہے جو تمہیں بچپن میں پلایا گیا تھا۔''

پس کامیابی کا اصل جوہر شخصیت بنانے میں ہے۔ اگر والدین حق پرست ہوں گے تو بچے اسی راستے پر چلیں گے اور اخلاقی اور عملی لحاظ سے مضبوط شخصیات بنیں گے۔

میزبان: اس معلوماتی مجلس کے اختتام پر دانشوری کی کچھ آخری باتیں بطور نتیجہ کے فرمائیں۔

مولانا صاحب: قرآن اور اسلام صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک کی تمام انسانیت کے لئے ہیں۔ ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ہم انسانیت کے خیرخواہ ہیں اور یہ کہ ہم یہ پیغام ساری دنیا میں پھیلا دیں۔

میزبان: مولانا صاحب اپنے قیمتی خیالات ہم تک پہنچانے کے لئے آپ کا شکریہ۔

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاء اللہ ۱۵ مارچ ۲۰۰۸، بروز ہفتہ منعقد ہوگا۔ بیان نمازِ مغرب کے بعد ہوگا۔

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (بائیسویں قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دارالعلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ کی تواضع: (پیدائش ۱۸۷۹ء، وفات ۱۹۵۷ء)

آپ کا خادم محمد اکبر اندرون خانہ و بیرون خانہ کے کام کاج اور بچوں کے کھِلانے پر مامور تھا۔ یہ ملازم اپنی نوعمری کے باعث اِدھر اُدھر کھیلتا تھا اور حضرت درسِ حدیث کے لئے مدرسہ آمدورفت کے وقت اس بار بار دیکھتے لیکن زجر و تنبیہ نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ یہی ملازم حضرتؒ کی چھوٹی بچی عمرانہ کو دارالعلوم کے چمن میں اس جگہ کھِلا رہا تھا جہاں آج کل ٹیوب ویل ہے۔ اس وقت ٹیوب ویل نہ تھا بلکہ اسے نصب کرنے کے لئے صرف زمین کھودی گئی تھی اور وہاں بہت بڑا گڑھا موجود تھا۔ ملازم کی لاپرواہی سے بچی گڑھے میں گر گئی اور کسی چیز سے ٹکرائی کہ اس کا ہونٹ پھٹ گیا۔ فضل خداوندی شامل تھا کہ بچی موت کے منہ سے بال بال محفوظ رہی۔ کیونکہ چند طلباء اس کنویں میں کود گئے اور عمرانہ کو باہر نکال لائے۔ حضرتؒ کے علم میں یہ واقعہ آیا لیکن آپ نے خادم سے نہ کوئی سخت بات فرمائی اور نہ کسی قسم کی سزا دی۔

(سوانح شیخ الاسلام صفحہ ۱۵۳)

ایک مرید کے غلط اعتراض پر صبر و تحمل:

ٹانڈہ کا واقعہ ہے، رمضان المبارک کا زمانہ تھا، حضرتؒ کا ایک مرید جناب قاری اصغر علی صاحب کے پاس پہنچا اور جا کر کہنے لگا کہ حضرتؒ **ایاک نعبد و ایاک نستعین** غلط پڑھتے ہیں۔ یہ سن کر قاری صاحب بہت خفا ہوئے اور اس سے کہا کہ تم کیسے مرید ہو کہ اپنے پیر پر اعتراض کرتے ہو۔ اس کے بعد اس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے شاطبیہ، سراج القاری وغیرہ تجوید کی کتابیں پڑھی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تب قاری صاحب نے فرمایا پھر اعتراض کیوں کرتے ہو؟

اس کے بعد موصوف نے حضرتؒ سے عرض کر دیا کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ قرآن شریف غلط پڑھتے ہیں۔ حضرتؒ نے عشاء کی نماز کے بعد فرمایا میں قرآن شریف قرائے حرمین شریفین کے طرز پر پڑھتا ہوں۔ یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو پوری خانقاہ سر پر اُٹھا لیتا اور جاسوسوں کے ذریعے معترض کو تلاش کر کے ایسی سزا دیتا کہ توبہ بھلی۔ حضرتؒ نے اس اعتراض پر ادنیٰ سی ناگواری کا اظہار بھی نہیں

فرمایا اور نہایت انکساری کے ساتھ جو بات تھی سب کے سامنے ظاہر کردی۔

کھجوریں اور زم زم تو لیتے جائیے:

آخری حج سے آپ کی واپسی ہوئی تو اس موقع پر ایک دن بعد نماز ظہر مہمان خانے میں تشریف فرما تھے کہ مظفر نگر کے ایک ڈاکٹر صاحب بغرض ملاقات تشریف لائے۔ جب کافی دیر انہیں بیٹھے گزر گئی تو انہوں نے حضرتؒ کا اپنی جانب متوجہ کیا۔ حضرت نے فوراً انہیں داڑھی کے سلسلے میں ٹوکا اور نصیحت فرمائی۔ انہیں یہ بات ناگوار گزری اور جھنجلا کر نہایت اونچی آواز سے کہا کہ مولانا! آپ کو کیا معلوم کہ ہمیں کس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، بہت سے مواقع ایسے آئے ہیں کہ اس داڑھی کے نہ ہونے کی وجہ سے جان بچی ہے۔ یہ کہہ کر وہ چل دیئے۔ مگر حضرتؒ نے فرمایا کہاں جاتے ہو؟ یہ کھجور اور آب زم زم تو لیتے جائیے اور فوراً ہی دونوں چیزیں بہ اصرار عنایت فرمائیں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو مکان سے نکال دیتا مگر حضرتؒ نے ان کی بدتمیزی کے باوجود وسعتِ اخلاق میں فرق نہ آنے دیا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ مولانا الحسن علی ندویؒ نے مقدمہ مکتوبات جلد ثانی میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرتؒ نے جمعہ کی نماز ایک جامع مسجد میں ادا فرمائی۔ اس مسجد کے خطیب صاحب حضراتِ دیوبند کی تکفیر کرنے والوں میں سے تھے۔ انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض بزرگوں کے متعلق بہت کچھ کہا۔ مولانا سنتوں سے فارغ ہو کر خاموش بیٹھے تھے نماز ہوئی اور پھر خاموش تشریف لائے۔ سفر کے اختتام تک کہیں بھول کر بھی خطیب صاحب کا تذکرہ نہیں کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ جس چیز میں ممتاز تھے وہ ان کی بلند حوصلگی ہے۔ ہر تکلیف، مصیبت، پریشانی، دکھ، بیماری اور ناگوار واقعہ کو ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔ حضرت مدنیؒ صبر و تحمل کے پہاڑ تھے۔ انہوں نے کبھی مخالفین، حاسدین اور معاندین کا گلہ تک نہیں کیا۔ گالی کے جواب میں پھول برسائے، غصے کے مقابلے میں خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ وہ اخلاقِ کریمانہ کا مظہر اتم تھے۔

؎ چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

منتہائے صبر وتحمل:

جناب عبدالرحمٰن صاحب پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ لکھتے ہیں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

کے صاحبزادے مولوی حبیب اللہ صاحب دورہ حدیث میں شریک تھے کسی گستاخ نے دورانِ سبق رقعہ بھیجا، حضرت مدنیؒ اُس وقت خاموش رہے لیکن کسی دوسری نشست میں جواب دیتے ہوئے نہایت نرمی اور شائستگی سے فرمایا کہ مجھے کسی دوست نے رقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے۔ یہ سن کر درسگاہ میں ہیجان برپا ہوگیا، ہر طالب علم مجسمہ غیض وغضب بنا ہوا تھا مگر آپ نے سکون بھرے انداز میں فرمایا: خبردار! کسی کو غضبناک ہونے کی ضرورت نہیں میرا حق ہے کہ میں سوال کرنے والے کی تسلی کردوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ کے محلّہ اللہ داد پور کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں۔ خط بھیج کر یا وہاں جا کر سمجھ لیا جائے۔ **العظمة لِلّٰه** بردباری کی بھی انتہا ہوگئی۔ اس واقعہ سے آنحضرت ﷺ کے فرمان کی پوری تشریح ہوگئی کہ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان اور بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے اور اپنے نفس کو مغلوب کردے۔

یہ سلف صالحین کے صبر وتحمل کے واقعات کا تسلسل ہے جسے تاریخ ہر دور میں دہراتی ہے۔ امام الامۃ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ بھی تو اسی نوعیت کا واقعہ پیش آیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ہمام کی روایت ہے۔ کہتے ہیں میں نے امام اعظمؒ سے بڑھ کر حلیم اور طبعاً بردبار نہیں دیکھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام صاحب مسجد خیف میں تشریف فرما تھے، تلامذہ اور معتقدین کا حلقہ قائم تھا، اتفاق سے میں بھی اس محفل میں موجود تھا کہ بصرہ سے آئے ہوئے کسی صاحب نے کوئی مسئلہ دریافت کیا امام صاحبؒ نے انہیں مفصل جواب دیا۔ سائل نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام حسن بصریؒ نے یوں کہا ہے اور ان کی یہ رائے ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا "**اخطاء الحسن**" یعنی امام حسنؒ سے غلطی ہوئی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہ کہنا تھا کہ اسی حلقہ سے ایک شخص کھڑا ہوا جس نے منہ لپیٹ رکھا تھا اور امام صاحبؒ کو مخاطب کرکے کہنے لگا: "**یا ابن الــــزانية**" اے بدکار عورت کے بچے! آپ یہ کہتے ہیں کہ حسنؒ نے غلطی کی؟ لوگوں نے اس کی یہ شنیع حرکت دیکھی تو مشتعل ہوگئے، بہت سوں کے خون کھولنے لگے اور بہت سوں نے آستینیں اوپر چڑھا لیں۔ قریب تھا کہ یہیں اپنے کئے کی بدترین سزا دے دیں مگر امام صاحبؒ نے بڑی سکینت اور وقار سے سب کو خاموش کردیا اور قدرے غور وتأمل کے بعد فرمانے لگے،

نعم اخطا الحسن و اصاب ابن مسعودؓ فيما رواه عن رسول الله ﷺ (عقود الجمان، ص ۲۸۷)

جی ہاں! حسنؒ سے غلطی ہوئی اور عبداللہ بن مسعودؓ درست کہتے ہیں جس طرح کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کی ہے۔ ایسے مواقع پر جب کوئی بے تمیزی اور گستاخی سے پیش آتا اور گروہی وابستگی میں بغض وعداوت اور استہزاء وگستاخی کی انتہا کو پہنچ جاتا تب بھی امام صاحبؒ دعائیں دیتے اور معاف کرتے اور نفع وخیر خواہی کے سراپا پیکر بن جاتے۔ (امام اعظمؒ کے حیرت انگیز واقعات از مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب) (جاری ہے)

میرے سفر

(ڈاکٹر ارشاد صاحب، شعبۂ سول انجینئرنگ، انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور)

مجھے پی ایچ ڈی کے سلسلے میں کینیڈا کا سفر درپیش آیا۔ ڈاکٹر فدا محمد صاحب (جن کے ساتھ میرا بیعت کا تعلق ہے) نے سفر کے اہم واقعات کو قلم بند کرنے کا حکم فرمایا۔ محترم جناب ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتھم کی ہدایات کے مطابق کینیڈا کے قیام کے دوران پیش ہونیوالے دو واقعات قلمبند کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا واقعہ ایک امریکن عورت کے اسلام قبول کرنے کا ہے۔ جنوری 2006 میں کینیڈا PhD Research کے سلسلے میں University of Western Onario(UWO) گیا تھا۔ ان دنوں UWO کی MSA (Muslim Student Association) نے ایک امریکی خاتون جو 1977 میں اسلام قبول کر چکی تھیں کو UWO میں طلباء سے خطاب کرنے کی دعوت دی تھی۔ اس خاتون کا نام آمنہ اسیلمی تھا۔ انھوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنایا۔ میں ان کے لیکچر کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ وہ 1970s کی یادیں دھراتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میں Southern Baptist تھی جو عیسائیت کے ایک بڑے فرقہ Protestant کی ایک شاخ ہے۔ میں اپنے دین پر خوش تھی۔ میں شادی شدہ تھی اور کاروبار Family Buisness چلاتی تھی۔ دو بچے تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ ان دنوں میں میرا Scholarship ہوا اور میں کالج پھر سے جانے لگی۔ اور Buisness administration میں داخلہ لیا۔ یونیورسٹی میں پہلے دن جب میں کلاس میں گئی تو دیکھا کہ کلاس میں کچھ عرب ہیں۔ ان کو دیکھ کر میری طبیعت پر بوجھ پڑا اور میں کمرے سے فوراً باہر نکل گئی۔ اور اپنے آپ سے کہا کہ میں ان شتربانوں کے ساتھ نہیں بیٹھونگی۔ یہ گندے، بھوکے، خطرناک اور بیمار ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے کم از کم بیماری ضرور ہوجاتی ہے۔ میں گھر واپس آئی۔ اور اپنے خاوند جو ایک Electrical Engineer تھا ان کو واقع سنایا اور میں نے کہا کہ میں یہ کلاس چھوڑنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے مجھے بہت سمجھایا کہ اگر یہ کلاس چھوڑ دو گی تو تمھارا G P A (امتحانی معیار) خراب ہو جائے گا اور تمھارا Scholarship منسوخ ہوجائیگا۔ مگر میں نہ مانی۔ آخر میں انہوں نے مجھے کہا کہ Jesus has a reason for everything (مسیح علیہ السلام ہر چیز کی وجہ بتاتے تھے) تو میں اپنے خلوتخانے میں گئی اور دو دنوں تک دعا کرتی رہی۔ آخر میں نے ٹھان لی کہ میں کلاس جاؤں گی اور ان عربوں کو عسائیت میں لاکر جہنم کہ آگ سے بچاؤں گئی۔ میں نے کلاس میں ان کے نزدیک بیٹھنا شروع کیا اور ان کو عیسائیت کی دعوت دیا کرتی۔ وہ میری باتوں کو

سنتے مگر متاثر نہ ہوتے۔ میں نے ٹھان لی کہ میں انکی مذہبی کتاب (قرآن) کا مطالعہ کرونگی۔ اور ان پر یہ ثابت کرونگی کہ اسلام ایک جھوٹا مذہب ہے اور محمدﷺ نعوذ باللہ جھوٹے خدا ہیں۔ میں دو سالوں تک قرآن کا تفصیلاً مطالعہ کرتی رہی۔ اور غیر محسوس طریقے سے بدلتی رہی۔ میں اکثر خاموش رہتی اور خاوند کے ساتھ چھٹی کے دن Party پر بھی جانا بند کر دیا۔ ہماری آپس میں ہر وقت arguments ہوتیں۔ میرے شوہر کو شک تھا کہ میرا کوئی Boyfriend (مرد دوست) ہے جس کی وجہ سے میر رویہ ایسا ہو گیا ہے۔ اس لیے میں کچھ مدت کیلئے الگ گھر میں اپنے دو بچوں کہ ساتھ رہنے لگی۔ ایک دن دروازے پہ دستک ہوئی۔ دروازے پہ جا کر دیکھا تو تین عرب ہیں جنھوں نے پاجامے پہنے ہوئے ہیں اور ان کے سروں پر table cloth ہے۔ ان کو دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا کہ انہوں نے یہ کپڑے پہن کر میری بے عزتی کی ہے۔ انکے امیر نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مسلمان ہونا چاہتی ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے مسلمان ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے بہر حال میرے کچھ سوالات ضرور ہیں۔ میں نے انکو گھر میں بٹھایا اور اپنا قرآن ہاتھ میں پکڑا جس کا size کافی بڑا ہو گیا تھا کیونکہ میں نے اسکے مختلف مقامات پہ paper pins، highlights، paper pieces لگا رکھے تھے۔ میں نے انکے امیر سے مختلف سوالات پوچھنے شروع کیے۔ انہوں نے سارے سوالات کے تسلی بخش جوابات دئے۔ وہ عرب اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک تحفہ تھے۔ کیونکہ ان کے پاس نہ صرف علم بہت زیادہ تھا بلکہ بہت صبر بھی تھا۔ وہ مجھ سے دلبرداشتہ نہیں ہوئے چاہے میں نے جو بھی پوچھا اور نہ ہی اس نے مجھے ٹوکا۔ وہ مجھے آخر تک بغور سنتا اور آخر میں مسکرا کر آیت مبارکہ کو اپنے context میں مجھے Explain کرتا۔ اس دن قرآن مجھے پہ ایسا کھلا جیسے گلاب کے پھول کی کلیاں میرے سامنے کھل رہی ہیں۔ اسی دن میں نے کلمہ شہادت پڑا۔ مگر اسلام میرے دل میں بہت پہلے سے داخل ہو چکا تھا۔ قرآن میں ہر چیز نے مجھے convince کیا۔ میں اپنے ساتھ جھگڑتی تھی کہ میں کیسے مسلمان ہو سکتی ہوں میں American ہوں میں white ہوں۔ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہا اگر میں اسلام لے آئی تو میرے خاندان والوں اور دوستوں کا کیا ردعمل ہو گا۔ مگر قرآن میں ناقابلِ تردید حقائق تھیں۔ میں Women Libration Movement کی ایک سرگرم رکن تھی۔ میں نے قرآن میں عورتوں کے جو حقوق پایے یہ وہ تھے جس کے لئے ہم تگ و دو کر رہے تھے۔ قرآن میں عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں ہماری Women Libration Movement کی رہنمائی کے لیے ایک بہترین کتاب ہے۔ میں نے فلسفیوں کو پڑھا ہے۔ Educators کو پڑھا ہے۔ Psychologist اور Sociologist کو پڑھا ہے۔ مگر قرآن میں جو پایا وہ کہیں بھی نہ پایا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک انسان اس کا writer ہو۔ میں نے اسلام قبول کیا اور میرے گھر والوں کو اسکا پتہ چلا۔ میرے

خاوند کو یہ یقین تھا کہ میرا کوئی boyfriend ہے کیونکہ انکے مطابق کوئی اپنا دین کسی اور وجہ سے نہیں چھوڑتا سوائے اپنے boyfriend کے لئے ۔ ہمارا طلاق کا کیس عدالت کو گیا۔ جج کے مطابق میرا unorthodox religion بچوں کی پرورش کیلئے نقصان دہ ہوگا اسلیے جج نے مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دی تا کہ میں یہ فیصلہ کر سکوں کہ یا تو اسلام چھوڑ دوں اور اپنے بچوں کو لے لوں اور یا اسلام کو لے لوں اور اپنے بچوں کو چھوڑ دوں۔ میں اپنے بچوں سے بہت محبت کرتی تھی۔ ہمارا آپس میں بہت انس تھا۔ میرے بچے بہت ہی اچھے اور بہت ہی پیارے تھے (special and preciouse) تھے۔ اور ابھی مجھے جج کہہ رہا ہے کہ اس unorthodox religion (اسلام) کی وجہ سے بچے چھوڑ دو۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں جھوٹ کہوں کہ میں نے اسلام چھوڑ دیا ہے تو مجھے کبھی بھی یہ موقع نہیں ملے گا کہ اپنے بچوں کو اسلام کے بارے میں بتاؤں۔ اور اگر میں نے بچوں کو کہا کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو میں اپنے بچوں کو جھوٹ سکھاؤنگی۔ کافی دیر دعا کے بعد میں نے جج سے کہا کہ میں اپنے بچوں کو اللہ کے حوالے کرتی ہوں۔ جج نے کہا تمہارا مطلب ہے کہ تم اپنے بچوں کو چھوڑنا چاہتی ہو۔ میں نے کہا نہیں میں اپنے بچوں کو اللہ کے ہاتھوں میں چھوڑتی ہوں اور اللہ ان کی حفاظت کرے گا اور وہ مجھے اپنے بچے واپس دے دے گا۔ تیس سال کے بعد اب بھی جب میں اس واقعہ کو یاد کرتی ہوں تو دل میں درد محسوس ہوتا ہے۔

میری امی کو یقین نہیں تھا کو میں اسلام لانے میں سنجیدہ ہوں وہ یہی کہتی تھی کہ یہ میری ایک عارضی حالت ہے اور بہت جلد میں اس سے نکل جاؤنگی۔ میرے ابو بہت پرسکون آدمی تھے۔ لوگ ان کے پاس سخت وقت میں حوصلہ افزائی اور مشورہ کے لیے آتے تھے۔ میرے والد صاحب نے میرے ایمان لانے پر بندوق اٹھائی۔ اور مجھے قتل کرنا چاہا۔ انکا خیال تھا کہ قبل اسکے کے میں جہنم کے آخری درجے میں پہنچوں وہ مجھے قتل کر دیں۔ میری بہن جو ذہنی امراض کی ماہر تھی نے مجھے پاگلوں کے ہسپتال میں داخل کروانے کی کوشش کی۔ میں Broad Caster تھی ۔ اسلام لانے کے بعد میں نے سکارف اوڑھنا شروع کیا تو میرے Employer نے مجھے کہا کہ یا تو یہ سکارف جائے گا اور یا تمھاری نوکری جائے گئی۔ اسلئے مجھے نوکری سے نکال دیا گیا۔ اور میرے دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا کیونکہ میں انکے ساتھ party پہ نہیں جاتی تھی اور انکے لیے میں مزید Fun نہ رہی۔ بس میں بالکل الگ تھلگ رہ گئی۔

میں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلام کو اپنی زندگی میں لے آئی۔ انہوں نے کہا کہ

"I am so very glad that I am a Muslim. Islam is my life. Islam is the beat of my heart. Islam is the blood that courses through my veins. Islam is my strength. Islam is my life so wonderful

and beautiful. Without Islam I am nothing,and should Allah ever turn His magnificent face from me, I could not survive."

ترجمہ: میں بہت ہی خوش ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔اسلام میری زندگی ہے۔اسلام میرے دل کی دھڑکن ہے۔اسلام وہ خون ہے جو میری رگوں میں دوڑتا ہے۔اسلام میری قوت ہے۔اسلام میری زندگی ہے ہے اتنا حیرت انگیز اتنا خوبصورت۔اسلام کے بغیر میں کچھ نہیں ہوں۔خدانخواستہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لے تو میں باقی بھی نہیں رہ سکتی۔

میری نانی جان مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں انکی عمر سو سال سے اوپر تھی۔ ہمارے خاندان میں وہ پہلی عورت تھی جس نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور کچھ ہی دنوں بعد وفات پا گئیں۔ میں اپنی امی کی پہلے سے زیادہ عزت کرنے لگی۔اور انکی بات پہلے سے زیادہ غور سے سننے لگی۔میری امی کو ایک بہت مہربان، بڑی سخی، بہت پیار کرنے والی،اور بڑی اچھی بیٹی ملی۔میرے اسلام لانے کے چند سالوں بعد میری امی نے مجھے فون کیا اور مجھ سے پوچھا کہ

"What you have to do to become a muslim"

ترجمہ:مسلمان بننے کے لئے آپ کو کیا کرنا ہوتا ہے۔

میں نے کہا کہ آپ کو صرف یہ کہنا ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔امی نے غصے میں کہا کہ Every fool knows this but What you have to do (ہر احمق اس بات کو جانتا ہے یہ بتاؤ کہ کرنا کیا ہوتا ہے۔) تو میں نے کہا کہ اگر آپ اس پر ایمان رکھتی ہیں تو آپ پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ پھر امی نے کہا کہ اپنے ابو کو میرے اسلام کی اطلاع نہ کرنا۔امی کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کچھ دنوں پہلے اسی قسم کہ گفتگو ابو نے مجھ سے کی ہے اور وہ بھی مسلمان ہیں۔مضحکہ خیز چیزیں ہمارے گھر میں ہو رہی تھیں کہ کئی سالوں سے میرے والدین مسلمان ہو کر رہ رہے تھے مگر ایک دوسرے کو پتہ نہیں تھا۔میرا بیٹا جب 21 سال کا ہوا تو مجھے فون کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔میرا خاوند 16 سال کے بعد آیا اور مجھ سے معافی مانگی۔اور اسلام قبول کیا۔اسنے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کے لئے وہی دین پسند کیا ہے جس پر تم ہو۔

یوں آمینہ اسیلمی اسلام قبول کر کے اور انکے کہنے کے مطابق "I lived Islam" یعنی اسلام اپنی زندگی میں لاکر اپنے گردوپیش کے ماحول پر اثر انداز ہوئیں۔اور اسلام کی سفیر کے طور پر کام کیا۔انکی نوکری تو جاتی رہی مگر اب وہ International Union of Muslim Women کی صدر ہیں۔انہوں نے مسلمانوں

کے حقوق کیلئے کافی کام کیا ہے اور کررہی ہیں۔ اسلام لانے کے بعد ڈاکٹروں نے کہا کہ انکا کینسر ہے اور چند مہینے زندہ رہ سکیں گی اور وہ بال بچے پیدا کرنے کے قابل نہ رہیں گی۔ اللہ کی شان کے اس حالت میں اللہ نے ان سے حج کروایا کہ انکے مرنے سے پہلے ایک ہی خواہش تھی کہ حج کرلوں۔ اور اللہ نے صحت یابی بخشی۔ دوسری شادی سے اللہ نے بیٹا دیا۔ اور وہ مسلسل اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

دوسرا واقعہ: پچھلے سال جون 2007 میں میں کینیڈا گیا اور ساتھ میں ایک دوست بھی تھا۔ جس apartment میں ہم رہ رہے تھے۔ اسکے دوسرے کمرے میں ایک افغانی لڑکا بھی تھا جو کچی گھڑی سے بہت کم عمری میں آیا تھا۔ یہاں آکر اسکا کوئی سرپرست نہیں تھا اور یہاں کے کالوں کے ساتھ رہ چکا تھا۔ ہم نے آتے ہی نماز باجماعت اذان کے ساتھ شروع کی۔ اور یہ لڑکا کبھی کبھی ہمارے ساتھ نماز ادا کرتا اور ہمارا کچھ خیال کرتا۔ اسکا ایک کینیڈین سفید لڑکی کے ساتھ تعلق تھا جو ہمارے گھر آتی اور اسکے ساتھ کمرے میں ہوتی۔ میں انکی اس حرکت کو اچھا نہ سمجھتا اور اکثر گھر میں اسکے خلاف احتجاج کرتا۔ لڑکی سے بالکل بات نہ کرتا اور نہ ہی اسکے "Hi" کا جواب دیتا۔ اور اس سب کا مقصد یہ تھا کہ میں انکو یہ احساس دلاؤں کہ میں انکی اس حرکت کو پسند نہیں کرتا۔ کافی دن اس حالت میں گزر گئے۔ ایک دن اس لڑکے نے مجھے کہا کہ یہ لڑکی مجھ سے اکثر اسلام کے بارے میں سوالات کرتی ہے۔ اور مجھے اسکا جواب نہیں آتا۔ اسنے کہا کہ اس لڑکی نے پچھلے سال ہمارے ساتھ رمضان کے کچھ روزے رکھے۔ اور آنے والے روزوں کے انتظار میں ہے۔ میں نے کہا کہ اس لڑکی کو میرے ساتھ ملا سکتے ہو۔ اس لڑکی سے میں نے پہلے یہ پوچھا کہ تم اسلام کے بارے میں کیوں دلچسپی لیتی ہو۔ اسنے کہا کہ پچھلے سال رمضان میں روزے رکھے تھے جس کی وجہ سے دل میں ایک نور کو محسوس کیا تھا۔ اس لڑکی کا تعلق Jehovah Witness سے تھا جو کہ عسائیت مذہب کا ایک فرقہ ہے۔ جس کے عقیدے کے مطابق عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اس لڑکی کو گھر والوں نے گھر سے نکال دیا تھا کیونکہ اسنے روزے رکھے تھے اور مسلمان لڑکوں کے ساتھ پھرتی تھی۔ اور Jehovah Witness کی تعلیمات کے مطابق جو بھی Jehovah Witness کی تعلیمات کو چھوڑے گا اس کے ساتھ قطع تعلق کرنا ہوگا۔ اور اب وہ ایک پاکستانی family کہ ساتھ ایک paying guest کے طور پر رہ رہی تھی۔ اس واقعہ کے بعد میرا کچھ تعلق اس لڑکی سے قائم ہوگیا۔ اور اس لڑکی نے قرآن پاک کا ترجمہ شروع کردیا۔ وہ مجھ سے مختلف سوالات کرتی۔ اور میں اپنی معلومات کے مطابق جوابات دیتا۔ ایک دن میں نے انٹرنیٹ پر اسے ایک لڑکی کی convert story سننے کو کہا وہ سنتی رہی اور اسکے آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ بہرحال مجھے انکے ناجائز تعلق کے بارے میں بہت فکر تھی کیونکہ یہ لڑکی کی ہدایت میں رکاوٹ تھی خاص کر رمضان کے مہینے میں جو جلد آنے والا

تھا۔اس لئے میں نے ان سے بات کی کہ اگر وہ شادی کریں تو بہت بڑے گناہ سے بچ جائیں گے۔وہ بخوشی راضی ہوئے تو میں نے کہا کہ کل تم لوگوں کی شادی کراؤنگا۔اگلے دن لڑکی اپنے وقت پر ہمارے گھر آئی۔اس نے نئے کپڑے اسی دن خریدے ہوئے تھے۔اور کہہ رہی تھی کہ کل رات دیر تک مجھے خوشی کی وجہ سے نیند نہ آئی تھی۔اسے پاکستانی family نے دلہن بنایا ہوا تھا۔میں نے دونوں کا نکاح پڑھوایا اور دو دوست بطور گواہ اور بھی موجود تھے۔میں نے 500 کینیڈین ڈالر مہر رکھا۔اور آخر میں خوب دعا کی۔کچھ دنوں بعد اس لڑکی نے مجھے کہا کہ دعا کے دوران میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے تھے۔رمضان آیا تو اس لڑکی نے تمام روزے رکھے۔پاکستان آنے کے بعد ایک دن اس سے فون پر بات ہوئی تو اس نے کہا کہ آجکل میں Rights of women in islam کے بارے میں مطالعہ کر رہی ہوں۔اللہ تعالی اسکو استقامت دے اور ہماری نجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم٥

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ٥ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوَارِثِیۡنَ ٥ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰہِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَہۡلِ

بَیۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم٥

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡن ٥ رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡن ٥ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوَارِثِیۡن ٥ رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَا ط اِلٰھِی بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.